يد الله على الجماعة

خطبۂ صدارت

حضرت تقدس مآب شیخ المشائخ

مولانا دیوان سید عنایت حسین صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین حضرت خواجہ اعظم غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

اجمیر شریف

جو

جمعیۃ علماء بمبئی اسٹیٹ کانفرنس

منعقدہ

۲۶، ۲۷، ۲۸ شعبان ۱۳۷۸ھ ۷، ۸، ۹ مارچ ۱۹۵۹ء میں

پڑھا گیا

شائع کردہ

مجلس استقبالیہ جمعیۃ علماء بمبئی اسٹیٹ کانفرنس

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ - اللہ - اللہ - ہمارے معبود - ہمارے مسجود - ہمارے مطلوب ، ہمارے محبوب تیری حمد - تیری ستائش ، تیری تعریف کسی زبان سے اور کسی کلام سے نہیں ہو سکتی - اس لئے کہ خود تو نے کہہ دیا ہے -

یُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ — جو چیز زمین و آسمان میں ہے اسکی تسبیح میں مشغول ہے

اور زمین و آسمان کی چیزوں کی نہ ابتداء معلوم ہے نہ انتہاء ، اعداد اور علم حساب ان کے شمار سے سپر افگندہ ہیں -

لہٰذا ہم دامن تھامتے ہیں تیرے رسول ، تیرے محبوب تیرے نبی اکرم آقائے دو عالم سیدِ وُلدِ آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو باعثِ تخلیق دو عالم ہے - جو اسریٰ کے تخت کا سلطان - دنیٰ فتدلیٰ کا مہمان اور تاجدار وما ارسلناک إلا رحمة للعالمين ہے -

پھر وہ لوگ جن کی توصیف پیارے خدا خود تو نے ان لفظوں میں فرمائی ہے :-

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ إِيتَاءِ الزَّكٰوةِ - (سورۂ نور)

کوئی تجارت کوئی بیع و فروخت ان کو اللہ کی یاد سے ، نماز قائم کرنے اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی -

يُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ - (سورۂ حشر)

وہ شدید حاجت کے باوجود دوسروں کو اپنے نفس پر مقدم رکھتے ہیں -

اور پھر وہ راسخین فی العلم جو والقدر خیرہ وشرہ من اللہ کے رازدار ہیں، جن کی صفت میں فرمایا ہے :- انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور جن کی توصیف اے مولا تونے ان الفاظ میں کی ہے - الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (خدا کے محبوبوں کو نہ کسی قسم کا خوف ہوتا ہے۔ اور نہ وہ کبھی غمگین ہوتے ہیں) ؎

جنت و نار پیشِ ماست بصد مرحلہ دور   می شتابد بہ کجا ہمتِ مردانہ ما

خداوندا! آج کے دور میں خوف اور غم سے بھری ہوئی اس دنیا میں جبکہ تیرے رسول کی طلعتِ زیبا آنکھوں سے اوجھل ہے - اور اس کے ہم جلیسوں اور رفیقوں کے فیضِ صحبت سے ہم محروم ہیں - اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے کہ اے اللہ! تیرے اولیاء کو خوف وغم سے نجات پانے کے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنائیں - اور ان کے فیضِ صحبت سے - ان کی تعلیمات ظاہرہ و باطن سے خلق عالم کے لئے اپنے دلوں میں وہ سوز محبت وشفقت پیدا کریں جس کو انھوں نے سراجًا منیرا سے چراغ بہ چراغ اپنے وجود میں روشن و برقرار رکھا ہے -

بزرگانِ بمبئی! محبانِ عروس البلاد!! بلاد ہند میں آپ کا یہ شہر کس قدر قابل رشک ہے کہ صدہا برس سے ایک مسلمان حجاز مقدس کے سفر کے لئے ایک پاؤں اس سرزمین سے اٹھاتا ہے اور دوسرا پاؤں حجاز مقدس کی سرزمین (جدہ شریف) میں رکھ دیتا ہے - اور حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ من ریاض الجنۃ کے بعد ساحل بمبئی کی ہی زمین سب سے پہلے اس کے مبارک قدموں سے جو حجاز مقدس کے متبرک غبار سے کہکشانی ذرات لئے ہوئے ہوتے ہیں شرف اندوز ہوتی ہے -

عرب و ہند کے تجارتی تعلقات، دورِ ماضی میں دونوں ملکوں کے میل ملاپ کی داستانہائے پارینہ کو آپ کیوں لئے پھرتے ہیں، دونوں ملکوں کا یہ تعلق اور یہ علاقہ جو اب قائم ہے کیا اُس وقت تک ٹوٹ سکتا ہے جب تک کہ یہ ستارۂ

کی دنیا موجود ہے۔ کاش میں ہر سال بمبئی آسکتا اور حاجیانِ حرمینِ شریفین کے قدموں کو دیارِ محبوب سے واپس آنے پر ساحلِ بمبئی پر پہونچ کر چوم سکتا۔ وہ حجاج کرام جو ہمارے محبوب اکرمؐ کی طرح بیت اللہ کے گرد گھومے ہوئے ہوتے ہیں، اور جن کے پاکیزہ پاؤں روضۂ معظم کے اطراف کی زمینِ معصوم سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہزاروں اولیاء اللہ اسی پاکیزہ سرزمین پر جو باب الہند ہے بحرِ عرب کی موجوں میں جھولتے ہوئے اُترے اور رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام انسانیت و محبت اس ملک کے کونہ کونہ میں پہونچایا۔ وہ پیغام جو زمینِ ہند کے عارفوں، سنتوں اور یوگیوں کے مزاج کے عین مطابق تھا۔

اولیاء اللہ کا پیغام

دوستو! تم نے صرف محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی تلواروں کو چمکتے ہوئے دیکھا لیکن یہ نہیں دیکھا کہ حضرت علی بن احمد مہائمیؒ اور حضرت سلطان العاشقین خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جو نورِ معرفت اور مشعلِ محبت لے کر اس سرزمین میں وارد ہوئے تھے وہ اب تک روشن و تاباں ہے۔

میرے پیارے دوستو! تم محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی تلوار نہیں ہو۔ وہ کبھی کی کند ہو چکی اور امتدادِ زمانہ کا زنگ اس کو کھا گیا۔

وتلک الایام نداولہا بین الناس

میرے عزیزو! تم اُسی محبت کا پرتو ہو۔ اسی اخوت کا ظل ہو اور اُسی مساوات کی زندہ تصویر ہو جس کو پیغمبرِ محبت صلعم نے ابنِ آدم کو آخری نعمت کے طور پر عطا کیا تھا۔ اور اپنے وقت اور اپنے دور میں تمھیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے خطابِ اعلیٰ سے سرفراز فرمایا تھا۔ تم کسی محدود جگہ کسی مخصوص ملک میں، اور کسی جغرافیائی سرزمین میں مقامی حالات اور تنگ نظریات کی بنا پر بظاہر خواہ مقہور و مجبور دکھائی دیتے ہو۔ لیکن بین الاقوامی نظریات کی دنیا میں دنیا کی قوموں کے ساتھ توشۂ کتابِ مبین کو لے کر

Scanned with CamScanner

اسی حکمت و موعظت کے طریقہ سے بیٹھ جاؤ جس کو تمھاری اصطلاح میں لفظ سُنّت سے بیان کیا گیا ہے تو تم من حیث المجموع پیغام محمدی کے لحاظ سے آج بھی خود کو خیر امت کے معزز لقب سے ملقب دیکھو گے لیکن شرط یہی ہے کہ دل میں رحمت عالم جیسی رحمت کا جذبہ ہو، کوئی تم میں سے غلیظ القلب نہ ہو۔ زبان میں وہی لینت و لطافت ہو، اور کردار میں وہی شفقت و محبت جس نے ابو جہل کو بھی منھ در منھ کافر نہیں کہا۔ اور عبد اللہ بن اُبی کو بھی منافق نہ پکارا۔

توحید حقیقی

عزیزانِ باوقار! اما منا امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے جو اسلام کے لئے تصدیق بالجنان اقرار باللسان اور عمل بالارکان کی قید لگائی ہے۔ یہ تینوں قیود ہمہ جہتی ہیں۔ صرف عبادات تک ہی محدود نہیں ہیں کہ دل سے اللہ کی توحید کا یقین کر کے زبان سے کلمہ پڑھ لو اور پھر پنج وقتہ نماز پڑھ کر سبکدوش ہو جاؤ۔ یہ تینوں قیدیں عبادات سے گزر کر تمدّن کے باہمی معاملات، معاشرتی تعلقات اور پوری مدنی زندگی پر حاوی ہیں جنان لسان۔ ارکان کو زندگی کے شعبہ میں یک رنگ اور متحد ہونا چاہئے۔ عالم باطن میں اللہ کو اَحَدْ جاننا توحید کے ایک معنی ہیں اور عقیدہ، قول اور عمل کا واحد ہونا عالم ظہور کے دوسرے معنی ہیں۔

اتحاد انسانیت کے لئے صوفیائے کرام نے ایک اور اصطلاح وضع کی ہے۔ جس کو توحید وجودی کہا گیا ہے۔ جس کو فہم نارسا وحدت الوجود تصور کر لیتی ہے۔ وحدت الوجود کا صحیح نظریہ ہر قسم کی منافرت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں میں اس اہم نظریہ کی تشریح نہیں کر رہا ہوں، یہ ایک بہت دقیق مسئلہ ہے، میں نے صرف اس کے عملی نتیجہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ کو درست طور پر سمجھ لینے والے صوفیائے بلند کردار کی زندگی آپ کے سامنے ہے۔ اپنے عدم منافرت کے کردار اور محبت کے افعال سے جس سماج، جس ملک اور جس قوم میں جا کر بیٹھ گئے انقلاب عظیم برپا کر کے رکھ دیا۔

صوفیائے کرام اس عقیدہ کو اپنے باطن میں رکھ کر ہر فرد انسان کے ساتھ عظمت و احترام کا برتاؤ کرتے ہیں، لیکن تعلیم صرف اس آدمی کو دیتے ہیں جو اس کا طالب ہو، اور منازل حیرت سے گذرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس لئے کہ یہاں کتابی علم اور تمام لکھا پڑھا حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔

جونہی جا کے مکتب عشق میں سبق مقام فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

عالم بالحقائق صوفی کی پہچان یہ ہے کہ اس کے مزاج میں انکسار ہوتا ہے۔ تواضع ہوتی ہے۔ دل دردمند ہوتا ہے۔ کسی جماعت کی برائی تو کیا، وہ کسی فرد کی غیبت کو بھی اپنی مجلس میں پسند نہیں کرتا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی نظر میں وہ پوری طرح عامل باشرع نہ ہو، لیکن حدود و قیود شرع کی بے حرمتی کبھی نہیں کرتا۔ مجادلہ سے دور بھاگتا ہے اور اگر مجبور ہو جاتا ہے تو جادلھم بالتی ھی احسن پر عمل کرتا ہے۔

حضرت شاہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ سے درگاہ شریف اجمیر میں ایک مولوی صاحب سماع کے مسئلہ میں الجھ گئے کہ آپ قوالی کیوں سنتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا کریں میاں "گلے آپڑی ہے"۔ شرعی مباحث میں ان کے جواب اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر طالبان حق سنجیدگی سے قولاً کسی مسئلہ کو سمجھنا چاہیں تو پھر وہ اصطلاحات علمیہ کو لے کر بولتے بھی خوب ہیں۔

اکابر جمعیۃ علماء اور دربار حضرت خواجہ غریب نواز

حضرات! جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ جن علمائے حق سے وابستہ ہے وہ سب کے سب چشتی صابری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ فقیر کو اس بات کا فخر حاصل رہا کہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی جب کبھی اجمیر تشریف لائے اور آستانہ عالیہ میں حاضر ہو کر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی زیارت کا قصد کیا فقیر کو ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔ احمد آباد

جمعیۃ کانفرنس جس سال ہوئی ہے اخبار الجمعیۃ میں پروگرام یوں شائع ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام احمد آباد جاتے ہوئے اجمیر ٹھہریں گے۔ حضرت شیخ نے جب اخبار ملاحظہ فرمایا تو ناراض ہوئے کہ میرے سفر اجمیر کو احمد آباد کے ضمن میں کیوں رکھا گیا۔ میں یہاں سے سیدھا اجمیر جا رہا ہوں زیارت کروں گا وہاں ٹھہروں گا اور پھر وہاں سے احمد آباد کا قصد کروں گا۔ کسی نے کہا کہ حضرت! آپ زیارت مزار کے لئے شدّ رحال کریں گے؟ حضرت نے غصہ سے فرمایا کہ بے شک میں شدّ رحال کروں گا۔ چنانچہ دوسرے دن الجمعیۃ میں پروگرام یوں شائع ہوا کہ "حضرت شیخ الاسلام دہلی سے سیدھے اجمیر جائیں گے"۔

اجمیر تشریف لا کر حضرت شیخ نے معمولات زیارت ادا کئے۔ زائر کے سر پر آستانہ عالیہ میں حضرات خُدّام آستانہ صافہ یا پگڑی باندھتے ہیں وہ پگڑی حضرت نے اپنے سر پر بندھوائی اور جائے قیام پر آکر اپنے دست خاص سے اپنے بکس میں اس کو بند کر دیا۔ حضرت کے رفقاء یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور چپ تھے۔ آپ نے ازراہ تفنن ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اس پگڑی کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔ اس سفر میں حضرت کے ساتھ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا ابوالوفا صاحب اور دیگر حضرات بھی تھے۔

جمعہ کی نماز جامع مسجد شاہجہانی درگاہ شریف میں حضرت نے پڑھائی اور اس کے بعد ایک گھنٹہ سے زائد وقت تک ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں خاص طور پر آپ نے ان مغالطوں اور اتہامات کو صاف کیا جو علمائے دیوبند پر لگائے جاتے ہیں۔ آپ نے گلوگیر آواز میں فرمایا کہ ہم تو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے غلامان غلام ہیں۔ چشتیہ صابریہ سلسلہ سے تعلق ہے چشتی سلسلہ کے بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کی خوردہ گیری نہیں کرتے، بس بات اتنی سی ہے کہ مدرسہ کی علمی نسبت سے حضرات دیوبند نے اپنے لئے مسلک سنت اختیار کر لیا ہے۔ پھر آپ نے مکہ شریف میں حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب علیہ الرحمۃ کے ایک خواب کا ذکر کیا جس میں حاجی صاحب نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تھا اور حضرت خواجہ صاحب نے حاجی صاحب کو اپنے لنگر خانہ کا مہتمم بنا دیا تھا۔

دوسری مرتبہ جب حضرت شیخ سورت سے واپس آرہے تھے تو اجمیر میں قیام فرمایا اور زیارت کے مراسم ادا کئے لوگوں نے جب آپ سے درگاہ شریف میں تقریر کرنے کو کہا تو جواب دیا کہ میں آپ کا بلایا ہوا نہیں آیا ہوں۔ زیارت کی غرض سے آیا ہوں۔ اپنا کام کروں گا اور چلا جاؤں گا۔ تقریر وغیرہ سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔ لیکن دار العلوم عثمانیہ کے طلبا اور اساتذہ کی خاطر آپ نے ظہر کے بعد تھوڑی دیر تقریر فرمائی۔

میں حضرت شیخ کے بعض خلفاء اور مریدوں سے واقف ہوں جو چلہ کشی اور سلوک چشتیہ کے بعض اشغال و اذکار کی تکمیل کے لئے اجمیر شریف آتے رہے ہیں اور مزار مبارک سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔ ابھی انقلاب ۴۷ء۱۹ کی ہنگامہ آرائیاں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ دفتر جمعیۃ علماء کا ایک گروپ اجمیر شریف حاضر ہوا والہانہ عقیدت کے ساتھ اس نے دربار خواجہ کی زیارت کی۔ مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نہ صرف مسلک کے لحاظ سے دیوبندی ہیں بلکہ آپ کا وطن بھی دیوبند ہی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کے خدام خاص میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اسی دور میں یہ بھی بار بار حاضر ہوتے رہے اور نہ صرف حاضر ہوئے بلکہ ایسا تعلیمی نظام قائم کیا کہ شہر اجمیر اور مضافات اجمیر کے مسلمان بچے علم ظاہری سے مزین ہو کر صحیح معنے میں حضرت خواجہ کی غلامی کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

ایک سال ۱۴ شعبان المعظم کو مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اجمیر آئے صبح کی گاڑی سے اترے مغرب کی نماز میں درگاہ شریف میں ان سے ملاقات ہوئی فرمایا میں دن بھر تلاش میں رہا کہ متعارف لوگوں میں سے کوئی مل جائے ہم نے عرض کیا آج رات قیام فرمائیں۔ شب برات ہے۔ مقدس آستانہ ہے۔ یہ

رات گاڑی میں کہاں گزرے گی۔ مولانا نے اس رات دہلی جانے کے لئے سیٹ
رزرو کرالی تھی کچھ دیر تو آپ نے انکار کیا پھر اپنا سفر منسوخ کر دیا اور اس مقدس
رات اور مقدس مقام پر رات کو ۱۲ بجے تک جامع مسجد شاہجہانی میں تقریر فرمائی
آپ نے بیان کیا کہ مولانا یعقوب صاحب (شیخ الحدیث اول دارالعلوم دیوبند)
مدرسہ کے قیام کے آغاز میں دل برداشتہ اور اچاٹ رہتے تھے اور کہا کرتے
تھے کہ میرے سلوک کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ میں ابھی مدرسی نہیں کرنا چاہتا۔
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ آپ
حدیث پڑھاتے رہیں اسی میں آپ کی تکمیل ہو جائے گی لیکن ایک روز مولانا
یعقوب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے غائب ہو گئے اور کسی کو خبر نہیں ہوئی کہ کہاں
گئے۔ وہ سیدھے اجمیر پہنچے اور چلہ کشی کی تیاری کی۔ کسی پہاڑ میں جگہ بھی متعین
کرلی اور پھر چلہ میں بیٹھنے کی اجازت کے لئے غریب نوازؒ کے حضور میں حاضر
ہوئے۔ یہاں سے حکم ہوا کہ واپس دیوبند جاؤ اور حدیث رسول اللہ پڑھاؤ اسی
میں سب کچھ مل جائے گا۔ چنانچہ بستر باندھا اور واپس دیوبند لوٹ آئے جب
مولانا گنگوہی کے سامنے پہنچے تو آپ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ ہم کہتے تھے تو
آپ مانتے نہ تھے۔ اب جب اوپر سے حکم ہوا تو آپ نے مانا۔

مولانا قاری محمد طیب صاحب نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دارالعلوم
دیوبند ملک ہند میں حضرت غریب نوازؒ کے ارشاد اور فیض سے چل رہا ہے اور
اس کی بنیاد میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا حکم موجود ہے۔

قاری صاحب تقریر کے بعد درگاہ شریف سے ملحقہ قبرستان میں تشریف
لے گئے ہم لوگ ساتھ تھے وہاں پہنچ کر حضرت مولانا معین الدین اجمیری، حضرت
مولانا شاہ محمد حسین الہ آباد، حضرت خواجہ شمس الدین علیہ الرحمۃ اور دیگر حضرات
کے مزارات پر علیحدہ علیحدہ فاتحہ پڑھی اور فرمانے لگے کہ میرا جی چاہتا تھا کہ آج
کی رات اس مقدس آستانہ پر بسر ہو اور میں یہاں رک جاؤں۔ آپ نے مجھے روک

لیا تو میرا دل بہت خوش ہوا۔

پیارے دوستو! مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تقسیم سے پہلے بھی اور تقسیم کے بعد بھی بارہا اجمیر تشریف لائے۔ نقیر کے یہاں قیام رہا لیکن معمولی فرائض میزبانی کے علاوہ میں نے کبھی کچھ اور خدمت نہیں کی۔ ایک مرتبہ احباب خاص کے مجمع میں مولانا نے شکایتاً مجھ سے فرمایا کہ میں بارہا اجمیر آیا لیکن آپ نے دعوت کو خشک اور سادہ ہی رکھا اور مسلک چشتیہ کے مطابق مجھے روحانی غذا نہیں دی۔ احباب نے اس کو سمجھا اور فوراً اسی رات ایک محفل خاص منعقد ہوئی۔ مولانا اس قدر محظوظ ہوئے کہ رات بیت گئی اور صبح کے ۴ بج گئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا ذکر آگیا ہے تو ایک بات اور سن لیجئے۔ یہ قابل احترام ہستی اپنی علمی اور دینی قابلیت، اپنی خداداد ذہانت اور اپنی فعال سیرت کے لحاظ سے اس مرتبہ اور اس کام سے بلند و بالا ہے جن میں حالات کی ستم ظریفی نے ڈال دیا ہے۔ اگر مولانا حفظ الرحمٰن مدرس بن کر بیٹھ جاتے اور دینی و علمی تصنیفات کا شغل اختیار کر لیتے تو یہ ایک زبردست تعمیری کام ہوتا۔ ہزاروں تشنہ گان علم ان سے سیراب ہوتے ان کے لئے ان کے شاگردوں کی بے پناہ عقیدت ہوتی اور ان کی تصانیف آئندہ نسلوں کے لئے افادیت دیرپا کی مالک ہوتیں۔ لیکن آپ حضرات نے انھیں مجاہد ملت بنا کر اجتماعی امور کے محاذ پر جھونک دیا ہے۔ جمعیتہ علماء ہند کی نظامت حفظ الرحمٰن کے لئے قابل فخر چیز نہیں ہے بلکہ اس عہدہ کو حفظ الرحمٰن سے چار چاند لگائے گئے ہیں۔ پارلیمنٹ کی ممبری ان کے شخصی عزت و وقار میں کوئی اضافہ نہیں کرتی بلکہ حکومت کے حلقوں میں یہ ہی ایک ذریعہ خدمت ہے جس کے ذریعہ سے وہ عوام الناس کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعاظم رجال سے خالی نہیں ہے۔ ہند میں بھی بڑی بڑی شخصیتیں پڑی ہوئی ہیں لیکن وہ اس قول کے مصداق ہیں۔

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و یاد خدا را بہانہ ساخت

مولانا حفظ الرحمٰن میں ذاتی صلاحیت وقابلیت بدرجۂ اتم تھی اور وہ سیاسیات و اجتماعیات سے الگ رہ کر اپنے لئے کافی فراخ وسائل فراہم کر سکتے تھے ۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کو بہانہ بنا کر ایک کونہ میں بیٹھ سکتے تھے ۔ مگر جمال پری رخان ہند سے نہیں بلکہ دیوزادگان ہند کے آتشیں حملوں سے ان کا سر دکار رہتا ہے ۔ اور درماندہ مسلمانان ہند کی عزت وسربلندی کے لئے انھوں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے ۔ یا بالفاظ دیگر اپنے جیون کو دان دیدیا ہے ۔

بزرگان ملت! تقسیم وطن کے بعد بھی تعصب کے دیوتاداں نے صرف نسبت محمدی کو پیش نظر رکھ کر سنی شیعہ، اہل حدیث، حنفی، شافعی، بوہرہ، خوجہ، وغیرہ جماعتوں کے افراد کو باہم نفرت کا شکار بنانا چاہا لیکن اس انقلاب نے مسلمانوں کے مختلف طبقات کی آنکھیں کھول دی ہیں اور وہ وحدت کلمہ کی حقیقت کے قائل ہو گئے ہیں ۔ ہمارے کچھ بھائی ایسے ہیں جنھوں نے اس انقلاب سے کوئی اثر نہیں لیا اور ملک میں امن وامان کی فضا پیدا ہونے کے بعد وہ اپنے سابقہ ہتھیاروں کو لے کر پھر نکل آئے ہیں اور مجھے اس پر افسوس کرنے کی اجازت دیجئے کہ عروس البلاد بمبئی کے دامن عفت پر تفریق بین المسلمین کے جذبہ کی پرورش ایک زبردست بدنما داغ ہے ۔ اور وہ بھی طبقہ اہل سنت والجماعت میں ۔ مجھے اس تفریق کو دیکھ کر شرم آتی ہے ۔

موازنۂ عمل میرے پیارو! یہ فقیر بیماری کی حالت میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام سنانے آپ کو آیا ہے ۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

آپ کے مقتداؤں نے اس ملک میں آ کر غیر مسلموں سے کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی، اور آپ اپنوں سے اجنبیت محسوس کرتے ہیں ۔ علماء دیوبند اس طبقہ کی زبردست نمایندہ جماعت ہے ۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو سلسلہ چشتیہ صابریہ کا شجرہ اپنے مریدوں کو دیا ہے اس میں آخر پر فرماتے ہیں :-

چونکہ دعوات میں توسل کرنا خواہ اعمال صالحہ سے ہو یا عاملین صالحین سے اولیاء اللہ سے ہو یا انبیاء اللہ سے، ملائکہ مقربین سے ہو یا اسماء و صفات و افعال الٰہیہ سے اجابت دعا میں بہت زیادہ مفید اور مؤثر سلف صالحین کا معمول بہ امر رہا ہے اس لئے ان شجروں کو اسی طریق توسل پر ترتیب دیا گیا ہے۔ مناسب ہے کہ احباب روزانہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

حضرات! اسماء و صفات الٰہیہ سے توسل اختیار کرنے کی بات تو بہت گہری اور دور کی بات ہے اور عام فہم نہیں ہے لیکن انبیاء اور اولیاء سے توسل کرنے کے لئے اور انھیں دعاؤں میں وسیلہ بنانے کے لئے چشتیہ صابریہ سلسلہ کا شجرہ بھی اسی طرح مرتب کیا گیا ہے جس طرح تمام دیگر سلاسل کے شجرے مرتب ہوتے ہیں۔ پھر اس جماعت کے تمام افراد کو تصوف دشمن سمجھنا۔ اولیاء اللہ سے دور ماننا سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل کرتے ہوئے انھیں اہل سنت والجماعت سے خارج گرداننا حیرتناک مرحلہ ہے۔ اور ملاحظہ فرمایئے حضرت شیخ الاسلام کی طرح حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت چشتیہ صابریہ ہے۔ اس میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ کا ذکر کس عقیدت و محبت سے کرتے ہیں کہ دل پھڑک اٹھتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بحق آنکہ شاہ اولیاء شد — در او بوسہ گاہ اولیاء شد
معین الدین سجزی کہ بر خاک — ندیدہ چرخ چوں او مرد چالاک

یہی مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند ہیں جو حضرت خواجہ کو شاہ اولیاء اور ان کی چوکھٹ کو بوسہ گاہ اولیاء کہتے ہیں۔

بات ذرا دور جا پہنچی ہے جماعتی حیثیت سے جمعیۃ علماء ہند علم کلام کے مسائل اور ایسے خفا کی بحثوں میں نہیں پڑتی جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو۔ لیکن فقیر پیرزادہ سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے دیار مقدس سے بمبئی شہر میں وارد ہوا ہے اور

مسلمانان بمبئی نے جب یہ عزت بخشی ہے کہ فقیر ان کے شہر میں جمعیۃ علماء کے اجلاس کی صدارت کے فرائض انجام دے تو فقیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان اختلافات کی طرف اشارہ کرے جو ایک مرض شدید کے طور پر موجود ہیں۔ اور جن کی وجہ سے جمعیۃ علماء ہند کو پہچاننا ناممکن ہو جاتا ہے۔

تعارف

عزیزان محترم! جمعیۃ علماء کے تذکرہ میں علماء دیوبند کا تذکرہ اس لئے آگیا کہ جمعیۃ علماء کی شاندار تاریخ میں ان کی قربانیوں کا حصہ بہت کافی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ علماء ہند آج سے نہیں ہمیشہ سے ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کا ایک مشترک ادارہ رہا ہے آج ہم خود اپنے اوپر ظلم کریں گے، اگر ان بزرگوں کو فراموش کر دیں جو اپنے مسلک کے لحاظ سے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ پھر بھی اکابر جمعیۃ علماء ہند کی صف اول میں شمار کئے گئے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا اسم گرامی ہمارے اس باب کا عنوان ہے جو اس چھوٹی سی جماعت میں شریک ہوئے جنھوں نے ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کے نظام کو دستوری شکل دی۔

اسی طرح خانقاہ حضرت شاہ اجمل رحمۃ اللہ علیہ (الٰہ آباد) کے مشہور سجادہ نشین حضرت مولانا سید محمد فاخر الٰہ آبادی اپنے زمانہ میں جمعیۃ علماء کے سرگرم رکن رکین رہے اور آج ان کے فرزند محترم حضرت مولانا سید محمد شاہد فاخری جمعیۃ علماء یو۔ پی کے صدر اور مرکزی جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔

حضرت مولانا نثار احمد صاحب کانپوری کی قربانی کبھی فراموش نہ کرنی چاہیے جو مقدمہ کراچی کے مشہور قیدیوں میں سے تھے اور مولانا محمد علی مولانا شوکت علی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ دو سال تک قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ جس طرح آپ کو دیوبندی قرار دینا ظلم ہوگا اسی طرح ظلم عظیم یہ بھی ہے کہ جمعیۃ علماء کی تاریخ میں ان کا کوئی حصہ نہ مانا جائے۔

اور یہ بات اگرچہ تقریباً تیس سال پہلے کی ہے مگر بہت سے حضرات کو یاد ہوگی

Scanned with CamScanner

کہ ۱۹۲۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس امروہہ کے صدر علامۂ وقت حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ تھے۔

جمعیۃ علماء ہند کا یہ وہی تاریخی اجلاس تھا جس نے آزادی کے اس دور میں مہاتما گاندھی کے زیر قیادت خلاف قانون نمک سازی کی تحریک کی تائید اور مسلمانوں کو اس میں شرکت کی ہدایت کی تھی۔

آج جمعیۃ علماء ہند کا نظام آپ کے سامنے ہے۔ اراکین کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کو ایک بڑی تعداد ان علماء و مشائخ کی ملے گی جو جمعیۃ علماء ہند کے اس نظام کے دلدادہ اور اس سے وابستہ ہیں۔ حالانکہ اگر مسلک کا سوال سامنے آئے تو ان کا محاذ دیوبند کے برمقابل ہوتا ہے اور صرف یہ انھیں حضرات کا سوال نہیں جو حنفی کہلاتے ہوئے علماء دیوبند سے مسلکی اتفاق نہیں رکھتے بلکہ نظام جمعیۃ میں ان کے علاوہ حضرات اہل حدیث کی بھی شرکت بہت کافی رہی ہے اور اس وقت ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، حضرت مولانا ابو القاسم بنارسی جیسے اکابر اہل حدیث جمعیۃ علماء ہند کے طبقۂ علماء کے اراکین رہے ہیں اور ان کے جانشین، مثلاً حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب آروی صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ جمعیۃ علماء کے خازن حاجی محمد صالح بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور خود آپ کے اسٹیج کی رونق اور اس تمام جلسہ کے روح رواں جناب یوسف نجم الدین صاحب آپ کے سامنے ہیں جو آج سے نہیں ایک عرصہ سے جمعیۃ کے ساتھ تعلق خاطر رکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی جماعت کے بہت سے احباب صوبائی یا مرکزی جمعیۃ میں رفیق کار ہیں۔ یہ تمام حضرات جمعیۃ علماء کی دعوت اتحاد کی مجسم تصدیق موجود ہیں۔ کثر اللہ امثالہم ـــــ عیاں را چہ بیان۔

دور حاضر کی فتنہ سامانی

برادران محترم و عزیزان ملت! اس وقت

دنیا ایک طوفانی دور سے گذر رہی ہے۔ میں تمام دنیا کے حالات پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ خود اپنے ملک پر نظر ڈال لیجیے۔ انگریز موجود تھا تو "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی کارفرما تھی اب اس کو نکلے ہوئے گیارہ سال پورے ہو رہے ہیں لیکن طبقاتی، جماعتی، سیاسی، سماجی اور عقائد کے اختلافات کا ایک طوفان برپا ہے۔ ملک کی سیاسی طاقت ور جماعت "کانگریس" کا راستہ الگ ہے اور اس کے مدمقابل سیاسی لحاظ سے بھی اور مذہبی گروپ بندیوں کے لحاظ سے بھی سوشلسٹ، کمیونسٹ سیوک سنگھ، جن سنگھ، ہندو مہاسبھا وغیرہ بہت سی پارٹیوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ جن کی مختلف آوازوں سے پورے ملک کی فضا پُرشور ہے۔

اے "رحماء بینھم" کے مخاطبو! اور خطاب "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کے تاجپوشوں! کیا تم بھی کتاب اللہ کے اس ارشاد گرامی کے باوجود "ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا لست منھم فی شیئ" اسی طرح اپنے نصب العین ہی سے غافل ہو کر باہم دست و گریبان ہونا چاہتے ہو؟

اے عزیزان ملت! میں یہ اپیل کر رہا ہوں کہ آپ زمانہ کے حالات کا جائزہ لیں، وقت کے تقاضوں کو پہچانیں، اپنے نصب العین کو سامنے لائیں اور اس مقدس فرض کو انجام دینے کے لئے متحد ہو جائیں جو امۃ وسط اور خیر امۃ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالےٰ نے آپ کے کندھوں پر رکھا ہے۔

برادران عزیز! آپ اس ذات اقدس کے دامن سے وابستہ ہیں جن کی بعثت کا مقصد اللہ تعالےٰ نے یہ قرار دیا کہ "تمام جہانوں پر رحمت ہو اور امن و سلامتی کی وسیع چادر دنیا پر پھیل جائے۔

وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین

آج اس ترقیاتی دور کا ایک عجیب و غریب عبرت انگیز نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح ترقیات میں اضافہ ہو رہا ہے ایسے ہی خوف و ہراس بے اعتمادی، بے اطمینانی، نسلی، اور جغرافیائی انتہا اور منافرت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس بھیانک دور میں جب کہ

انسانوں کو انسانوں سے وحشت ہو رہی ہے ملت اسلامیہ کے ایک فرد اور رحمۃ للعالمینؐ کے دامن سے وابستہ ہونے کے لحاظ سے کیا آپ کے لئے یہ زیبا ہے کہ خاموش بیٹھے رہیں یا دوسروں کی طرح آپ بھی شرف انسانیت کی قبا کو تار تار کرنے میں مشغول ہو جائیں۔

ارشاد ربانی وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ محبت، الفت، مساوات، باہمی اعتماد و ہمدردی اور اعلےٰ اخلاق کے علمبردار بن کر آگے بڑھیں خود متحد ہوں اور انسانی اتحاد کی دعوت سے سرشار ہو کر پورے عالم کو متحد کر دیں۔

لچھے دار تقریروں، امن کانفرنس کی تجویزوں، پریس کانفرنسوں سے نہیں بلکہ اپنے عمل کے نمونوں سے دنیا کو متاثر کریں۔

جمعیۃ علماء ہند اور دعوت امن عالم

آج ہمیں مسرت ہے کہ جمعیۃ علماء ہند نے اس فرض کو محسوس کیا اور تمام مسلمانان عالم کو یہ فرض یاد دلا کر وہ ایک ایسے ہمہ گیر ادارہ کی تجویز پیش کر رہی ہے جو پوری دنیا کے ہر فرد و بشر کو اللہ اور اس کے رسول کے پیغام رحمت سے آشنا کر سکے اور حقیقی اخوت و مساوات کا صحیح تصور و مفہوم اس کے سامنے رکھکر انا خلقناکم من ذکر و انثی۔ اور کلکم بنو آدم کے ارشادات کو عملی جامہ پہنا سکے۔

میرے کرم فرما بزرگو! اور دوستو! آپ خفا نہ ہوں، شہروں اور قصبوں کے در و دیوار پر ہمیں بہت سے پوسٹر نظر آتے ہیں۔ کچھ وہ پوسٹر ہیں جن میں اتحاد و اتفاق، ہم آہنگی و یکجہتی کی دعوت ہے۔ دوسری طرف وہ رنگ برنگ پوسٹر ہیں جن میں ان کے برخلاف وہ چیزیں ہیں جن کو کتاب اللہ نے عذاب قرار دیا ہے۔ او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض۔ اب آپ ہی فرمائیے۔ وہ خواجہ غریب نواز جو اپنوں اور غیروں۔ دوستوں اور دشمنوں ہر ایک کے لئے غریب نواز دستگیر و غمخوار تھے، ان کے دربار معلیٰ کا خادم کدھر جائے

اور کس جماعت سے وابستہ ہو؟

جمعیۃ علماء ہند اور اس کے مقاصد

میرے دوستو! شاید آپ نے جمعیۃ علماء ہند کے ان مقاصد پر توجہ نہیں فرمائی جو اس پورے نظام کے لئے اساس و بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان مقاصد کی پہلی دفعہ ہے۔

"اسلام شعائر اسلام اور مسلمانوں کے مآثر و معابد کی حفاظت"

آج میں عدل و انصاف کے تقاضہ سے مجبور ہو کر یہ شہادت دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس ہولناک نیز آشوب دور میں جب کہ جگہ جگہ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں جس کو آج ہم ۱۹۴۷ء سے یاد کرتے ہیں جمعیۃ العلماء نے اس مقصد عظیم کو کامیاب بنانے میں عظیم الشان تاریخی مثال قائم کی ہے۔

سرچشمہ فیض رحمت حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دربار پر جب مصیبتوں کے بادل امنڈ امنڈ کر برس رہے تھے، کیا یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ ہے کہ جمعیۃ ہی کے ارکان تھے جنھوں نے دربار خواجہ کی حفاظت کے لئے اپنی پوری کوشش اس طرح صرف کی کہ بفضلہ تعالیٰ آج خانقاہ شریف حسب سابق فیوض و برکات کی درخشانی سے عالم کو منور کر رہی ہے۔ میں کبھی نہیں فراموش کر سکتا کہ ان بزرگوں کی وہ حاضری جس کا تذکرہ پہلے کر چکا ہوں خاص اس دور میں یا رہا ہوئی اس کا منشا یہی تھا کہ وہ دربار خواجہ کی زیارت کر کے اس بات کا موازنہ کریں کہ جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہو رہی ہیں ان کو وہ کہاں تک پورا کر سکے۔

حضرت خواجہؒ کے سب سے بڑے خلیفہ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ ہیں، جن کا دربار مہرولی میں ہے۔ بیشک ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دیش باپو گاندھی جی نے اس دربار شریف کی حفاظت اپنی جان عزیز کو خطرات میں ڈال کر کی تھی لیکن دیش باپو کے ساتھ وہ دوسرے معزز فدا کار جو ۱۹۴۷ء کے ہولناک ایام میں

منعقدہ عرس کے موقع پر ہمیں نظر آ رہے ہیں جبکہ مہرولی کا ذرہ ذرہ دہشت اور خطرات کا خنجر بنا ہوا تھا وہ بھی جمعیۃ کے اکابر سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ہیں۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر کلیری کے سلسلے کے مشہور بزرگ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء (رحمہم اللہ اجمعین) کا مزار مقدس جو پانی پت میں ہے۔ ایسے ہی بہت سے اساطین امت کے مقدس مزارات جو مسلمانانِ ہند کے آثر ہیں اور ساتھ ہی بے شمار مساجد و معابدان سب کی حفاظت کا سہرا اگر کسی کے سر باندھا جا سکتا ہے تو وہ صرف جمعیۃ کے اکابر اور اُس کے اراکین و خدام ہیں۔

"مسلمانوں کے مذہبی، تمدنی اور تعلیمی حقوق کی تحصیل وحفاظت"

مقاصد جمعیۃ کی دوسری دفعہ ہے۔

فقیر اس بارے میں مسلمانانِ بمبئی کے سامنے اس لئے کچھ زیادہ کہنا غیر ضروری سمجھتا ہے کہ چند سال پہلے جمعیۃ علماء ہند کے پروگرام کے مطابق عظیم الشان دینی تعلیمی کنونشن یہیں ہو چکا ہے جس نے نہ صرف ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں دینی تعلیم کے متعلق ایک ہمہ گیر بیداری اور احساس پیدا کر دیا جو بلاشبہ جمعیۃ علماء ہند کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

"ایسے اداروں کا قیام جو مسلمانوں کی تعلیمی تہذیبی اور معاشرتی (سوشل) زندگی کی ترقی و استحکام کا ذریعہ ہوں"

یہ بھی جمعیۃ کے مقاصد کی ایک اہم دفعہ ہے۔

بیشک انکار نہیں کر سکتے کہ باحساس مسلمانوں نے بہت سے موقعوں پر بہت سے ادارے قائم کئے جن سے مسلمانوں کی تعلیمی و تہذیبی زندگی کو ترقی و استحکام نصیب ہوا ہے لیکن یہ فرض ایک امتحان اور آزمائش کی صورت اختیار کر لیتا ہے جب ہر طرف سے خطرات کا طوفان انگیز سمندر موجزن ہو اور سفینۂ ایمان گرداب

بلا میں مبتلا ہو۔ ایسے موقعوں پر ایسے خطرناک دور میں اس فرض کی انجام دہی تاریخی عظمت رکھتی ہے اور جمعیتہ علماء ہند نے مشرقی پنجاب ہماچل پردیش، راجستھان کے برباد شدہ علاقوں اور خاص خواجہ غریب نواز کے قرب وجوار میں درجنوں کی تعداد میں دینی تعلیمی مرکز قائم کر کے یہ فخر اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

مسلمانانِ بمبئی کو بھی فخر کا موقع ہے کہ ان کی ریاستی جمعیتہ نے ان حدود میں اس فرض کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ علاقہ خاندیش میں ایک خاص برادری جس کو تروی پٹھان کہا جاتا ہے۔ اس کے حلقہ میں دینی مکاتب قائم کرنے کا سلسلہ جاری ہے اور علاقہ گجرات کے باشندے واقف ہیں کہ جمعیتہ علماء ہند کی شاخ "انجمن اصلاح المسلمین" کے ماتحت اُس برادری میں جس کو چند سال پہلے معاذ اللہ ارتداد کا جرعۂ تلخ پلانے کی کوشش کی جا رہی تھی ستر سے زیادہ دینی تعلیمی مدارس جاری کئے جا چکے ہیں۔

اسی جمعیتہ علماء بمبئی کے زیرِ نگرانی مرہٹواڑہ کے علاقہ میں بہت سی مسجدیں جن کی تعداد پانچسو سے متجاوز ہے بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہ کر آج شہادت دے رہی ہیں کہ جمعیتہ علماء نے دستورِ اساسی کے اس مقصد کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اسی طرح اس علاقہ میں تقریباً دس ہزار یتیموں کی تعلیم وغیرہ کے انتظامات عمل میں لائے جا رہے ہیں اور ہمیں اس موقعہ پر شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ ریاست کے چیف منسٹر چوہان صاحب اور ان کے مشیرانِ خصوصی جناب قاضی غیاث الدین وجناب مصطفیٰ فقیہ ممبر مجلس عاملہ جمعیتہ علماء ہند کا کہ حکومت بمبئی کئی لاکھ روپے سالانہ کی رقم ان کی امداد کے لئے منظور کر چکی ہے۔

ایک فقیرانہ تجویز بزرگانِ ملت! اور عزیزانِ قوم!! جمعیتہ علماء ہند کے انھیں مقاصد کی روشنی میں اس کانفرنس کے مقاصد معین کئے گئے ہیں جس کا اعلان اخبارات اور پوسٹروں میں کیا گیا ہے یعنی وحدت کلمہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت، موجودہ نسل کے لئے دینی

رجحانات کو روکنے کی مشترک جدو جہد وغیرہ۔

اور مجھے خوشی ہے کہ بانیان کانفرنس نے وقت کے اس تقاضے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جو وطن عزیز کا ایک زندہ اور ترقی پذیر عنصر ہونے کی نسبت سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے یعنی ملک کے تعمیری پروگراموں کو کامیاب بنانا اور اس مقصد عظیم کے لئے ٹکنیکل۔ کمرشیل تعلیمات کی سہولتیں بہم پہونچانا وغیرہ۔

جمعیتہ علماء اور کانفرنس کے مقاصد اور پروگراموں کے ساتھ نظر انداز نہ ہونا چاہئے کہ ملک میں ایک اور تحریک بھی نرالی شان سے چل رہی ہے۔ جس کے ساتھ نہ کوئی سرکاری قوت کارفرما ہے اور نہ کوئی سیاسی کش مکش اس کے دامن سے الجھی ہوئی ہے۔ یہ "سروودے سماج" کی تحریک ہے جس کو بابا ونو باجی چلا رہے ہیں جس کے لئے وہ گاؤں گاؤں بیدل دورے کر رہے ہیں۔ فروری ۵۹ء کے آخری دنوں میں اس تحریک کا گیارھواں سالانہ جلسہ تھا۔ ہزاروں آدمی ملک کے صوبوں سے اس میں شریک ہوئے۔ صوبہ بہار سے ڈیڑھ ہزار مسلمان بھی دو اسپیشل ٹرینوں میں اس اجلاس کی شرکت کے لئے آئے۔

ونو باجی یکم مارچ کو ۳۳ میل پیدل چل کر دس بارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ صبح پونے چھ بجے درگاہ شریف میں زیارت کے لئے آئے اور پیدل واپس گئے۔ اسی طرح نظر انداز نہ ہونا چاہئے کہ ایک پُر امن اور نہایت خاموش تحریک ہر قسم کے نام نمود سے پاک ہو کر مسلمانوں میں دن بدن ترقی کر رہی ہے جس کو تبلیغی جماعت کی تحریک کہا جاتا ہے۔ یہ متفرد تحریکیں اپنے عنوان الگ الگ رکھتی ہیں۔ مگر مقصد سب کا ایک ہے۔ یعنی ملک میں پریم و محبت کا پرچار۔ انسانی ہمدردی۔ خدا پرستی اور ملک و باشندگان ملک کی ترقی ——— میں سلطان الہند۔ خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے خادم کی حیثیت سے ان سب کو ممد و معاون اور ایک دوسرے کا مددگار دیکھنا چاہتا ہوں۔

جنگ آزادی کے دور میں جمعیتہ علماء ہند نے جس طرح کانگریس کا ساتھ دیا

وہ تاریخ آزادی کی ایک یادگار حقیقت ہے۔ آج جبکہ تعمیر و ترقی ملک کا سوال درپیش ہے اور مادی خوشحالی کی طرح اخلاقی اور روحانی لحاظ سے بھی ملک کو دولت مند بنانا جمعیۃ علماء اور دوسری جماعتوں کا نصب العین ہے تو کیا یہ میرا خواب تعبیر سے محروم رہے گا کہ روحانی اور اخلاقی تعمیر کے لئے بھی یہ دونوں جماعتیں ہم آہنگ ہوں۔

اجمیر شریف میں تعلیمی مرکز کی ضرورت

بمبئی کے مسلمانو! تمہارے ہاتھوں سے اور تمہارے شہر سے سارے ملک کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا ہے، اور تمہاری یادگاریں ہر جگہ قائم ہیں۔ اجمیر میں معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول کی عمارت تمہارے پیسہ سے بنی ہے جس میں غوثیہ ہال سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام نامی پر بنایا گیا ہے۔ اس اسکول سے ہزاروں مسلمان بچے دینی اور دنیوی تعلیم سے بہرہ یاب ہو کر نکلے۔ لیکن اب وہ اسکول سیکولر ہو گیا ہے، اور اس کی افادی حیثیت نے دوسرا رخ اختیار کر لیا ہے۔ مسلمان اُس کی افادی حیثیت سے بڑی حد تک محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن اگر مسلمانانِ بمبئی چاہیں تو ایسے ایسے سیکڑوں اسکول جن میں تعلیم حاضر کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی تعلیم بھی جاری ہو، ہند کے مختلف شہروں میں جمعیۃ کے نظام کے تحت چلا سکتے ہیں۔ دیار غریب نواز میں انگریزوں کے عہد میں آپ نے ایک اسکول قائم کیا اور نسلیں فیضیاب ہو کر چلی گئیں۔ اب اکثریت کے اس جمہوری دور میں وہاں پھر ایسے ہی ادارہ کی ضرورت ہے جو مثالی ادارہ ہو۔ اور کیوں نہ ایسے ادارہ کی بنا سب سے پہلے اجمیر میں ڈالی جائے کیا مسلمانانِ بمبئی صرف تعلیم اسلام کے نام پر اپنے تجارتی منافع میں سے دس فی صدی حصہ نکالنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں جو جمعیۃ علماء ہند کو صرف اس شرط پر دیا جائے کہ اس سے بنیادی دینی تعلیم کے مدارس قائم کئے جائیں اور ساتھ ہی ایسی صنعتیں سکھائی جائیں جو مسلمان بچوں کو خود کفیل بنا سکیں۔

سرودے کی تحریک میں ونوبا جی نے سب سے پہلے جتنی زمین دان میں

مل جائے لینا قبول کیا۔ اس کے بعد انھوں نے چھٹے حصے کی قید لگا دی کہ دینے والا اپنی ملکیت کا چھٹا حصہ دے۔ اور اب یہ تحریک بھیودان سے نکل کر گرام دان تک پہنچ چکی ہے۔ اور لوگ پورے پورے گاؤں دان دے رہے ہیں۔ یہ فقیر بمبئی کے ہر ایک تاجر مسلمان سے اس کے سالانہ منافع میں سے دسواں حصہ اسلامی تعلیم کے لئے طلب کرتا ہے تاکہ اس کو ایک نظام کے تحت صرف کیا جائے اور یہ چاہتا ہے کہ پہلا مثالی ادارہ اور تعلیم گاہ اجمیر شریف میں قائم کی جائے۔

اگر اسلامیان بمبئی نے اس سلسلہ میں پہل کی تو ہم دیگر شہروں کے تاجروں اور کارخانہ داروں سے بھی کہہ سکیں گے کہ بمبئی کے مسلمانوں کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کریں۔

حاضرین کرام!

میں نے آپ کا بہت وقت لیا ہے لیکن غریب الدیار کی یہ باتیں سخن ہائے گفتنی تھیں اس لئے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ؂

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ ۔۔۔ وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذن اللہ
کیا نوائے انا الحق کو آتشیں جس نے ۔۔۔ تری رگوں میں وہی خوں ہے قم باذن اللہ

اجازت ہو تو آخر میں دوستوں کا شکریہ ادا کروں جنھوں نے اس اجلاس کی صدارت کے لئے فقیر کے نام کی تجویز و تائید کی اور مجھے بمبئی آکر اس مقام کے مسلمان بھائیوں سے اجتماعی صورت میں ملنے کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے۔

میں مسلمانان بمبئی کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کر کے ان سے اجنبیت کا ثبوت نہیں دوں گا۔ نہ ان کے منہ پر ان کی تعریف کروں گا۔ اس مہمان نوازی کا تعلق فقیر کی ذات سے نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ مرشدی و مولائی حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے تعلق میں تلاش کیجئے جو مسلمانان بمبئی کو حضور غریب نواز سے ہے۔ میں تو گردِ آستان کی طرح ہوں اور گرد اڑتی ہی پھرتی ہے۔ ؂

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آخر میں ان کشیدہ دل بھائیوں سے معافی کا خواستگار ہوں جو خود تو موجود نہیں ہیں مگر دوسروں کی کانوں سے اس تقریر کو سن رہے ہیں اور بعد میں آتشیں نگاہوں سے اس خطبہ کو پڑھیں گے۔ اور دھواں دھار تقریروں میں اس کی دھجیاں اڑائیں گے۔

آپ سب حضرات ہاتھ اٹھا کر فقیر کے ساتھ دعا کیجئے۔

یا نار البغض والعداوۃ والتعصب کونی برداً وسلاماً علیٰ جمیع المسلمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

فقیر نیازمند خادم بارگاہ حضرت سلطان الہند۔
عنایت حسین غفرلہ ولوالدیہ ولجمیع المومنین

صدر محترم مولانا حکیم فصیح اللہ خاں صاحب اعظمی کے حکم سے دوسری مرتبہ شائع کرایا گیا۔

(مولانا) حامد الانصاری غازی
ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء بمبئی اسٹیٹ
شوال ۱۳۷۸ھ ۔ مئی ۱۹۵۹ عیسوی

(مطبوعہ الجمعیۃ پریس ۔ دہلی)

Scanned with CamScanner

علماء ہند کا شاندار ماضی

جلد دوم

ہندوستانی مسلمان اور تحریک آزادی

(از مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند)

- حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے انقلاب انگیز سیاسی اور اقتصادی نظریات
- استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور آپ کا سیاسی فیصلہ
- حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہما اللہ اور آپ کے رفقاء کا مجاہدانہ اقدام۔
- اٹھارھویں صدی عیسوی کا سیاسی ماحول، متحارب طاقتیں، لفظ وہابی کی ایجاد اور اس کے اثرات۔

سکھوں کی حکومت کا عروج و زوال ــــــ قیمت تین روپے پچاس نئے پیسے 3/50

علماء ہند کا شاندار ماضی

جلد سوم

- علماء صادق پور اور ان کے پُراسرار مجاہدانہ کارنامے، ایک حیرت انگیز تحریک جس کے ختم کرنے کے لئے انگریزی فوجوں کو بار بار خون کی ہولی کھیلنی پڑی جو ۱۸۵۷ء کے خونی ہنگامے کے بعد بھی سالہا سال تک زندہ رہی۔ رہنماؤں کے حالات، اخلاق و کردار اور بے نظیر قربانیاں۔ قیمت دو روپے۔
- حضرت مجدد الف ثانیؒ ان کے معاصر علماء مشائخ اور سلاطینِ مغلیہ کے حالات، سیاسی ماحول اور خدمات وغیرہ۔ شاندار ماضی جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت۔ 6/50

ملنے کے پتے

(۱) الجمعیۃ بک ڈپو دلّی ۶ (۲) مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارنپور

(۳) مکتبہ برہان۔ اردو بازار۔ دلّی